

پاکستانی اردو افسانہ اور قومی تشخص و شناخت کی تلاش

Dr. Zeenat Afshan

Assistant Professor, Urdu Department, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology, Islamabad

Pakistani Urdu Short Story and Search for National Identity **ABSTRACT**

This study delves into the rich assortments of Pakistani Urdu short stories to disentangle the aspects that weave the narrative of national identity. By cultural diversity, historical complexities, and socio-political challenges, Urdu literature serves as a powerful medium for authors to articulate and question the concept of national identity. Through a comprehensive analysis of selected short stories, this research examines how Pakistani writers navigate the nicety of identity, belonging, and the collective consciousness of a nation. By examining the works of prominent authors, this research aims to shed light on the various perspectives and interpretations of what it means to be Pakistani. Themes such as cultural heritage, religious diversity, political struggles, and individual identity are examined to understand their roles in shaping the narrative of a national identity. In conclusion, this research contributes to the broader discourse on national identity. By analyzing Urdu short stories, the study offers a glimpse into the diverse perspectives that contribute to the ongoing conversation about what it means to be Pakistani in a rapidly changing world.

Keywords: *urdu fiction, short story, national identity, political, heritage, challenges, religious diversity*

برصغیر کی تاریخ میں 14 اگست 1947ء کوئی حادثہ یا واقعہ نہیں بلکہ صدیوں کی تہذیبی، مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور ادبی تاریخ سے نمود پانے والا وہ سنگِ میل ہے، جس کا پس منظر بے حد تاب ناک ہے۔ ہمارا موضوع چوں کہ صرف ادبی ہے اس لیے سیاسی حوالے دے کر مضمون بھاری بھر کم بنالینا مناسب نہیں ہو گا۔ پھر بھی کم از کم پس منظر کی ایک جھلک سی پیش کر کے آگے بڑھنا ضروری ہو گا۔ برصغیر میں آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام کا ورود ایک بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ ہندو اکثریتی برصغیر کی اس کے بعد کی تاریخ بہت سی کروٹیں لیتی ہے مگر پاکستان کا قیام اس تاریخ کا سب سے نمایاں واقعہ اور سنگِ میل ہے۔ غفور شاہ قاسم لکھتے ہیں:

Received: 15th Aug, 2023 | Accepted: 1st Dec, 2023 | Available Online: 30th Dec, 2023



DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a [Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License \(CC BY-NC 4.0\)](https://creativecommons.org/licenses/by-nc/4.0/)

"پاکستان محض جغرافیائی تصور ہی نہیں، تاریخ کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ بیسویں صدی کی شفاف حقیقت اور روشنی کا راز ہے۔ صدیوں کے دیاروں سے طلوع ہوتی ہوئی تہذیب ہے۔ خطاطی کی دھنک رنگ قوس ہے۔ تخیل کے کینوس پر ابھرتی تصویر ہے۔ لفظ و خیال کی دھڑکتی کائنات ہے۔ یہ ملک ادب اور ثقافت کی ایک تابندہ تحریک ہے۔ اسمک کی شخصیت اور نفسیات، مزاج اور معاشرت، طرز احساس اور طرز فکر کو سمجھنے کے لیے اس کی معاشی، سیاسی، سماجی، تہذیبی اور علمی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کی ادبی تاریخ کا مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔۔۔ پاکستانی ادب پاکستان کی شناخت اور تشخص ہے۔ پاکستانی قومیت اور پاکستانیت کی تشکیل میں اس کا کردار بہت واضح اور نمایاں ہے۔" (۱)

قیام پاکستان کے ساتھ ہی پاکستانی ادب کی روایت نے جنم لے لیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بہت سے اردو کے ادیبوں نے بھارت میں اپنی اس قدر شناخت بنائی کہ انہیں احساس ہی نہیں ہو سکا کہ اب پاکستانی اردو ادب کی مضبوط روایت اپنا آپ منوا چکی ہے جس میں پاکستانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے اردو ادب کی جو مشترکہ روایت موجود ہے اُس سے انکار کر دیا جائے۔

"پچاس کی دہائی میں زندگی کی مختلف سطحوں پر سیاست کے ساتھ ساتھ مذہبی اثرات بھی نمایاں ہونے لگے تھے۔ ادب میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جس نے یہ محسوس کیا کہ پاکستانی ادب کی الگ شناخت ضروری ہے جو اس نئی قوم کی اپنی امنگوں کا آئینہ دار ہو۔ یہ اسی فکر کا نتیجہ تھا کہ اردو میں اسی دہائی میں پاکستانی اور اسلامی ادب کی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ یہ تحریکیں اگرچہ زیادہ دیر برقرار نہ رہیں لیکن ان تحریکوں کی وجہ سے جو نئی فکر پیدا ہوئی اسے ہم پاکستان کا قومی طرز احساس کہہ سکتے ہیں۔" (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ علیحدگی کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے کلچر میں واضح فرق آگیا۔ ادب چوں کہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دیتا ہے تو اردو ادب نے بھی ایسا ہی کیا۔ پاکستان بننے کے بعد موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر واضح تبدیلیاں رونما ہوئیں جو پاکستانی اردو ادب کی شناخت بن گئیں۔ مثال کے طور پر راجندر سنگھ بیدی ہی کے افسانوں کو دیکھ لیجیے۔ تقسیم سے قبل اور تقسیم کے بعد ان کی افسانہ نگاری کی فضا الگ ہو گئی اور تو اور لفظیات تک بدل گئی۔

درحقیقت یہ کلچر کی تبدیلی ہے جو تقسیم کے بعد سامنے آئی۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ہندو اور سکھ ہندوستان چلے گئے۔ مسلمان اہم ادیب بہت کم تعداد میں پاکستان آئے۔ خاص طور پر جب ہندوستان میں مسلمانوں کا رہنا محال ہو گیا تو کچھ ادیب پاکستان آگئے، جیسے جوش ملیح آبادی اور نیاز فتح پوری وغیرہ۔

1947ء سے پہلے اردو کی مشترکہ روایت موجود تھی۔ افسانوی ادب دو تہذیبوں کی نمائندگی کر رہا تھا۔ ایک طرف ایسے ادیب تھے جو صرف ہندو اور سکھ تہذیب کو پیش کر رہے تھے۔ ان ادیبوں میں پریم چند، راجندر سنگھ بیدی، بلونت سنگھ

وغیرہ شامل ہیں۔ البتہ منٹو نے ہندو، مسلمان، سکھ اور پارسی تہذیب کو برابر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم جہاں سیاسی اور تاریخی ضرورت تھی وہاں اس تقسیم کو نفرت، ہوس اور انسان دشمنی نے ہولناک بنا دیا۔ پرانے رشتے ناطے چند لمحات میں ختم ہو گئے۔ اس کے علاوہ دوست احباب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ لوگ ذہنی اور اعصابی طور پر تھکن اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے۔ انسانی بربریت نے اسے مزید ہوا دی۔ ایسے حالات میں ہجرت، فسادات اور یاد رفتگال کو موضوع بنایا گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستانی افسانے نے کئی مدارج طے کیے۔

"پاکستان کا قیام 14 اگست 1947ء کو عمل میں آیا۔ تحریک پاکستان نے کئی مرحلے دیکھے۔ یہ آزادی آسانی سے ہاتھ نہ آئی بلکہ اس کے پس منظر میں خون آشام کہانی ہے۔ قتل و غارت گری، لوٹ مار اور عصمت دری کے ایسے واقعات ہیں جن کا بیان کرتے ہوئے بھی زبان کپکپاتی ہے۔ کوئی طبقہ اور آدمی ایسا نہ تھا جو ان حالات سے متاثر ہوئے بنا رہ سکا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے ابتدائی برسوں کے ادب پر فسادات کے نقوش بہت گہرے ہیں۔ منٹو، ندیم، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور غرض کوئی ایسا اہم ادیب نہیں ہے جس نے تقسیم کے دنوں کی کہانی رقم نہ کی ہو۔ علاوہ ازیں ہندوستان سے آنے والے ادبا کے ہاں ہجرت کا تصور بھی پیدا ہو۔ یہ وہ سب عناصر ہیں جن سے اگرچہ ایک طرف تو فسادات کے واقعات کا ادراک ہوتا ہے تو دوسری طرف ایک نئی قوم کے سفر کے آغاز کا اشارہ بھی ملتا ہے۔" (۳)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ پریم چند، کرشن چندر، اوپندر ناتھ اشک، راجندر سنگھ بیدی اور بلونت سنگھ صرف ہندو اور سکھ معاشروں کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں اور اس کا سبب کوئی غیر مرئی نہیں ہے بلکہ ان لکھاریوں نے شعوری طور پر مخلوط یا مشترک معاشرے سے گریز اختیار کیا۔ اسی طرح باقی اصناف میں بھی رویہ کم و بیش ایک جیسا ہے مگر ادھر پاکستان میں سعادت حسن منٹو مخلوط اور مشترک معاشروں کو کہانیوں کی بنیاد بناتا ہوا نظر آتا ہے۔ لہذا منٹو کی تقلید میں دوسرے اردو افسانہ نگار بھی اسی تجربے سے گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

پاکستان میں تقسیم کے بعد لکھے جانے والے افسانے میں یقیناً برطانوی سامراج کے خلاف غم و غصہ تو موجود تھا مگر ہجرت کے بعد پاکستان ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے ساتھ بیتنے والے حالات نے تو جیسے افسانے کے موضوع ہی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ انسان کی حرمت اور احترام تمام افسانہ نگاروں کا مشترک موضوع نظر آتا ہے۔ یہ ایسا اعلیٰ موضوع تھا کہ پھر حال تک آتے آتے اس کی گرفت سے شاید ہی کوئی افسانہ نگار بچ سکا ہو۔ انقلاب گو ایک بنیادی موضوع رہا مگر اس کے ساتھ ساتھ رومانوی رجحانات بھی متوازی چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

سعادت حسن منٹو کے بعد شوکت صدیقی، ممتاز شیریں، غلام عباس، ممتاز مفتی، ابو الفضل صدیقی، احمد ندیم قاسمی، اشفاق احمد، انتظار حسین، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، انور سجاد، بانو قدسیہ، جمیلہ ہاشمی اور مسعود مفتی وغیرہ بے حد اہم نام ہیں۔ جو آزادی کے فوراً بعد دو دہائیوں میں ہمیں مذکورہ بالا رجحانات کی عکاسی کرتا ہوا افسانہ لکھتے نظر آتے ہیں۔ ان افسانہ نگاروں کے ہاں

وطن کی محبت کے بیانیے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے مخدوش حالات کا رونا بھی رویا جا رہا ہے۔ فسادات نے جس طرح آزادی کی صبح کو داغ دار کیا، وہ اپنی جگہ مگر اس کے بعد لوگوں کے ساتھ کیا بیٹی؟ اس کا اظہار بھی ان افسانوں میں باقاعدہ جگہ بنانا ہوا نظر آتا ہے۔

پاکستانی افسانے کی ابتدائی دو سے تین دہائیاں حقیقت نگاری سے نمونپاتی ہیں۔ تیزی سے تبدیلی ہوتی ہوئی معاشرتی اور تہذیبی اقدار نے لوگوں کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔ مسائل کی نئی نئی شکلیں پیدا ہونے سے افسانے کا اسلوب قدرے گڑبڑانے لگا تھا۔ ایک طرح کا رونا روتے روتے افسانہ نگار اب کسی نئے اسلوب کا متلاشی تھا۔ دھیرے دھیرے پاکستانی افسانہ نگار نے عالمی ادب کی طرف توجہ مبذول کرنا شروع کیا۔

۱۹۶۰ء کے بعد کا نیا اردو افسانہ بالواسطہ طور پر نئی شاعری کی تحریک کے اثر کا نتیجہ تھا کیوں کہ نئے شاعر شاعری کی تخلیق کے ساتھ ادبی نظر یہ سازی بھی کر رہے تھے کہ اردو ادب میں کلاسیکی ادب اور روایت کی جبریت نے تخلیقی عمل کو محدود کر دیا ہے۔ ادب معاصر زندگی سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ ادب میں جدیدیت کی لہر صرف پاکستان کے اردو ادب میں ہی نہیں چلی تھی، فرانس، انگلستان اور لاطینی امریکہ کا ادب بھی ایک نئے سوشل آرڈر اور ایک نئے ادب کی ضرورت کے لیے اصرار کر رہا تھا۔ اردو ادب کی تاریخ میں یہ دوسرا موقعہ تھا کہ اردو کے ادیب بین الاقوامی ادبی رجحانات سے ہم رکاب ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ نئے افسانہ نگاروں نے سب سے پہلے ریلٹو اسلوب افسانہ نگاری کو ترک کیا۔^(۴)

عالمی ادبی رجحانات کے استغناء کی صورت میں بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ بعض نقاد انہیں مسائل نہیں سمجھتے۔ لہذا ان کے خیال میں رجحانات اپنے ساتھ کچھ تہذیبی اور شعوری تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ خیر پاکستانی اردو افسانے کی یکسانیت سے نکلنے کی کوشش میں کہانی سے انکار، اینٹی سٹوری، بے نام کردار، خودکلامی، باطنیت نگاری، تحت الشعور نگاری، اور روزمرہ کی زبان برتنے سے گریز اور سیاسی جبر کے خلاف غیر تجزیاتی اظہار بے نے اردو افسانے کو ایک گھاٹی سے نکال کر دوسری میں داخل کر دیا۔ قاری کے ساتھ ربط اتنا کمزور ہوا کہ اس نے اسے علامتی اور تحریری افسانہ قرار دے کر غیر اہم سمجھنا شروع کر دیا۔ اردو میں سہل پسندی نے ایسا قاری تخلیق کر لیا تھا جو مذکورہ صورت حال کو قبول کرنے کو قطعاً تیار نہ تھا۔

۱۹۵۶ء کی پاک بھارت جنگ ایک ایسا واقعہ یا حادثہ تھا جس نے پاکستانیوں پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ تخلیق کار چوں کہ زیادہ حساس ہوتا ہے اس لیے اس نے اس واقعے کا اثر زیادہ لیا۔ انتظار حسین، غلام التقلین نقوی اور مسعود مفتی وغیرہ نے اپنے افسانوں میں اس جنگ کو موضوع بنایا تو قاری ذرا سا متوجہ ہوا۔ یہ اثرات ابھی جم بھی نہیں پائے تھے کہ سقوط ڈھاکہ جیسا المیہ ۱۹۷۱ء میں وقوع پذیر ہوا۔ اس لیے اور بعد کی آمریت نے افسانے کو بار درگرتاثر کیا۔ ان المیوں کی گونج ہمیں مشرقی پاکستان کے جن افسانہ نگاروں میں نظر آتی ہے، علی حیدر ملک، محمود واجد، احمد زین الدین، شہزاد منظر، محی الدین نواب، اختر ماہ پوری اور شبغیم یزدانی کے افسانوں میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ المیہ مشرقی پاکستان کے فوراً بعد ہمارے اردو افسانے میں قومی تشخص اور پاکستانی شناخت کا بیانیہ زور پکڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ اب لکھاری اس معاملے میں خاصا جذباتی دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان کے جن اہم افسانہ نگاروں کے ہاں یہ سوال پوری قوت کے ساتھ سر اٹھاتا نظر آتا ہے ان میں اختر حسین، مسعود اشعر، انور عنایت اللہ، منیر احمد شیخ، اے خیام، مسعود مفتی، غلام الثقلین نقوی اور رشید امجد کا افسانہ خاص طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر فہیم اعظمی، امراؤ طارق، اعجاز فاروقی، محمد الیاس، مرزا حامد بیگ، آصف فرخی، امجد طفیل، نعیم آروی، سلیم آغا قزلباش، رام لعل، ہرچرن چاولہ، محمد حمید شاہد، نصیر احمد ناصر، گل نونیر اختر، آغا سہیل، احمد جاوید، اسد محمد خان، اصغر ندیم سید، محمود احمد قاضی، سراج منیر، حامد سروش، مرزا اطہر بیگ، حمید کاشمیری، نوید انجم، شاہد کامرانی، محمد عاصم بٹ، غافر شہزاد، نیلو فر اقبال، خالدہ حسین، الطاف فاطمہ، جمیلہ ہاشمی، اختر جمال، نشاط فاطمہ، فرخندہ لودھی، سائرہ ہاشمی، عذرا اصغر، شمع خالد اور نوید احمد نوید سمیت درجنوں افسانہ نگار اس گروپ میں شامل ہیں جن کے افسانے میں قومی تشخص اور علاحدہ شناخت سے متعلق سوالات اور جوابات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک قومی تشخص اور علاحدہ شناخت کا مسئلہ ہمارے تخلیقی تجربے کا شاید سب سے بڑا سوال رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ارتقا کے اس سفر میں کئی پڑاؤ ہیں جن میں سے زیادہ تر المیوں سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ الم ناک پہلو ہمارے تخلیق کاروں کو پوری طرح جکڑے ہوئے ہے۔ جب تک کنفیوژن دور نہیں ہوتا قومی تشخص اور علاحدہ شناخت کے حوالے ہمارے ادب کے تخلیقی سرمائے کا سب سے بڑا موضوع رہیں گے۔ شاید ارتقا کے سفر میں قوم کی خوش قسمتی ہے کہ قومی تشخص تخلیق کاروں کو متوجہ کیے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قومی تشخص اور علاحدہ شناخت کا مسئلہ مسلمان قوم کے ساتھ بالکل جداگانہ نوعیت کا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں سے پہلے جو قوم بھی ہندوؤں سے نبرہ آزمائی یا اس کے مقابل آئی وہ انہیں میں ضم ہو کر رہ گئی مگر مسلمان جب برصغیر میں آئے تو ہندوؤں نے پرانے حربوں سے اسے فسخ کرنا چاہا مگر اسلامی تہذیب کی جڑیں چوں کہ بے حد گہری ہیں اس لیے مقامی آبادی کا اندازہ درست ثابت نہیں ہوا۔ ڈاکٹر مشتاق احمد روانی لکھتے ہیں:

"اس کے بعد ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں وہ قوم داخل ہوئی جس کے دامن میں ایک وسیع اور ہمہ گیر اور مربوط تہذیبی سرمایہ موجود تھا۔ وہ کوئی خانہ بدوش قوم نہ تھی کہ جو ہندوستان میں سیاسی یا معاشی پناہ حاصل کرنا چاہتی تھی جو اس مقصد کے حاصل کرنے کے بعد یہاں کی تہذیبی قوتوں کے آگے ہتھیار ڈال دیتی بلکہ ہوا یوں کہ اس قوم کے ہندوستان میں داخل ہونے سے ہندوستان کی تہذیبی قدروں میں ایک انقلاب کے آثار پیدا ہو گئے۔۔۔ نئی زبان کی کی بنیاد پڑی۔ نئی اخلاقی اقدار رائج ہوئیں اور نئے معاشرتی اصول اپنائے گئے۔ اس طرح فطرتاً ان کے طور طریقے رہن سہن اور بود و باش کی اہمیت بڑھ گئی لیکن کچھ لوگوں نے اس طرز زندگی کو رغبت، کچھ نہ مطلب بر آوری کی خاطر اور کچھ نے مرعوبیت کی خاطر اسے اپنایا۔ یہ مسلمان قوم تھی۔" (۵)

جیسے ہی انگریز نے برصغیر میں مسلمانوں کو زیر کیا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں اور سازشیں تیز کر دیں۔ انگریز کو ہندوؤں کی یہ مدد بہت بروقت میسر آئی لہذا اس نے ہندوؤں کی بھرپور سرپرستی کا فریضہ انجام دیا۔ ایسی صورت حال سے گزرتے گزرتے مسلمانوں کو تقسیم تک آگ اور خون کے کئی سمندر پار کرنے پڑے۔ لامحالہ وہ اپنی شناخت اور تشخص کے معاملے میں بجا طور پر بے حد حساس واقع ہوئے ہیں۔ اسی حساسیت کی جھلکیاں اور اثرات ہمیں اردو افسانے کے پاکستانی دور پر نمایاں نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ رُکا نہیں۔

پاکستانی اردو افسانہ قومی شناخت کے حوالے سے امتیازی حیثیت کا حامل ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سماجی مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریک پاکستان اور عہد غلامی کا حوالہ ایک غالب رجحان محسوس ہوتا ہے۔ منٹوس لے کر عہد جدید تک پاکستان بنانے کے ساتھ منسلک خواب اور آرزوئیں غیر معمولی و فور کے ساتھ اردو افسانے میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ یہی وہ امتیاز ہے جو اردو افسانے کو دوسری اصناف سے بلند مقام پر کھڑا کرتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر، پاکستانی ادب شناخت کی نصف صدی، ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۶
- ۲۔ روبینہ شہناز، ڈاکٹر، اردو تنقید میں پاکستانی تصور قومیت، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء، ص ۲۶۹-۲۷۰
- ۳۔ انیس ناگی، پاکستانی اردو ادب کی تاریخ، لاہور۔ جمالیات ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۱
- ۵۔ مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸

References in Roman Script:

1. Ghafur Shah Qasim, Dr, Pakistani Adab Shanakht ki Nisf Sadi, Rawalpindi, Raiz Publications 2001, p16
2. Robina Shehnaz, Dr, Urdu Tanqeed Main Pakistani Tasawar-e-Qaumiyat, Islamabad, Muqtadra Qaumi Zuban 2007, p7
3. Ibid,p269-270
4. Anees Nagi, Pakistani Urdu Adab ki Tareekh, Lahore, Jamaliyat 2004, p181
5. Mushtaq Ahmed Wani, Dr, Taqseem kay Bad Urdu Novel Main Tehzebi Bohran, Dehli, Educational Publishing House 2002, p118